مقالات

کتب سماوی پر ایک نظر

عہد جدید (اناجیل وغیرہم)

(۱۱)

از جناب ذوقی شاہ صاحب

پیشین گوئیاں بائیبل کی بعض پیشینگوئیوں پر عیسائی علماء کو بڑا ناز ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ انجیلی پیشینگوئیوں پر بھی کسی قدر روشنی ڈالی جائے۔ نمونہ کے طور پر ہم صرف دو پیشینگوئیوں کو لیتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ وہ خود کیا کہتی ہیں اور عیسائی علماء ان سے کیا سمجھتے ہیں۔

پیشگوئی نمبر (۱) یوحنا (۱: ۱۹ تا ۲۵) کی عبارت پہلے ملاحظہ فرمائی جائے جو حسب ذیل ہے۔

"اور یوحنا کی گواہی یہ تھی جبکہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں (یعنی اماموں) اور لاویوں (یعنی اُس فرقہ کے لوگ جس میں ہارون علیہ السلام تھے) کو بھیجا کہ اُس سے پوچھیں کہ تو کون ہے۔ اور اُس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب انھوں نے اُس سے پوچھا کہ پھر تو کون ہے۔ کیا تو الیاس ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔ × × × × × اور اُنھوں نے اُس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو مسیح ہے نہ الیاس اور نہ وہ نبی پس کیوں بتپسمہ دیتا ہے"

اس عبارت کی پوری تفہیم کے لیے سب سے پہلے اس بات کے ذہن نشین کر رکھنے کی ضرورت ہے کہ اُس زمانہ کے یہودی توریت کی پیشینگوئیوں اور اپنی مذہبی روایات پر اعتماد کرکے تین نبیوں کی آمد کے انتظار میں تھے اور اُن تینوں کا ذکر اقتباس مندرجہ بالا میں آیا ہے۔ ایک مسیح۔ دوسرے الیاس تیسرے وہ جن کی جانب اشارہ ''وہ نبی'' سے اوپر کی عبارت میں کیا گیا ہے۔ یہودیوں نے یوحنا بپتسمہ دینے والے (John the Baptist) یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ اس سے یہودیوں کی مراد یہ نہ تھی کہ آپ نبی ہیں یا غیر نبی۔ کیونکہ یہ سوال ہوتا تو آپ کا یہ جواب ہوتا کہ میں نبی ہوں۔ آپ کو اپنی نبوت کا پورا علم تھا (لوقا ۱: ۷۶ ملاحظہ ہو) اور کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ اپنی نبوت سے انکار کرتے۔ بلکہ یہودیوں کا یہ مطلب تھا کہ جو نبی آنے والے ہیں اُن میں سے آپ کون ہیں۔ آپ نے یہودیوں کا مطلب پوری طرح سمجھ کر فرمایا کہ میں مسیح نہیں ہوں تب یہودیوں نے دوسرے آنے والے نبی کی جانب اشارہ کرکے پوچھا کہ کیا پھر آپ الیاس ہیں۔ یحییٰ علیہ السلام نے اس سے بھی انکار فرمایا۔ تب یہودیوں نے تیسرے آنے والے نبی کی جانب اشارہ کرکے سوال کیا کہ کیا پھر آپ ''وہ نبی'' ہیں۔ آپ نے اس سے بھی انکار فرمایا۔ یعنی اس مکالمہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے صاف صاف فرما دیا کہ آپ نہ مسیح ہیں، نہ الیاس ہیں، نہ ''وہ نبی''۔ گویا ''وہ نبی'' مسیح اور الیاس سے غیر ہیں اور آنے والے نبیوں میں اس درجہ مشہور و معروف ہیں کہ اُس زمانہ کے یہودیوں نے صرف ''وہ نبی'' کہا اور یحییٰ علیہ السلام پہچان گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ نبی کون ہیں؟ عیسائی علماء بڑے چکر میں ہیں کہ اس کا جواب کیا دیں۔ مگر مسلمان بلاخوف تردید کہتے ہیں کہ ''وہ نبی'' سے مراد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ انجیل یوحنا کی مندرجہ بالا عبارت سے معقول پسند لوگوں کے لیئے کسی اور نتیجہ پر آنا ناممکن ہے۔

توریت کی وہ پیشینگوئیاں جن کی بنا پر اُس زمانہ کے یہودیوں کو نبی آخر زمان حضرت محمد

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا انتظار تھا حسب ذیل ہیں :-

استثناء (۱۸ : ۱۵) میں موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول درج ہے :-

"خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اُس کی طرف کان دھریو"

استثناء (۱۸ : ۱۷ و ۱۸) میں موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

"اور خداوند نے مجھے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا - میں اُن کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنھیں وہ میرا نام لیکے کہے گا نہ سُنے گا تو میں اُس کا حساب اس سے لوں گا"

انجیل میں بھی یہی پیشینگوئیاں نقل کی گئی ہیں - اعمال (۳ : ۲۲) میں ہے کہ :-

"موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیئے ایک نبی میری مانند اُٹھادیگا جو کچھ وہ تمہیں کہے اُس کی سب سُنو"

اعمال (۷ : ۳۷) میں ہے کہ :-

"یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیئے مجھ سا ایک نبی ظاہر کریگا اُسکی سنو"

یعنی یہ پیشینگوئیاں توریت اور انجیل دونوں میں اب تک موجود ہیں - مگر بات صرف اتنی سی ہے کہ عیسائی انھیں عیسیٰ علیہ السلام پر منطبق کرتے ہیں حالانکہ نظر انصاف سے دیکھا جائے

تو یہ انطباق صحیح نہیں۔

اس مسئلہ پر غور کرنے سے قبل سب سے پہلے اس بات کا صاف کر دینا ضروری ہے کہ استثناء (۱۸ : ۱۵) میں جو " تیرے ہی درمیان سے ،، کے الفاظ ہیں وہ الحاقی ہیں۔ خدا کی طرف سے اس بارہ میں جو کچھ موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا تھا اور استثناء (۱۸ : ۱۸) میں درج ہے اور اوپر منقول ہے اُس میں یہ الفاظ داخل نہیں۔ پطرس حواری نے جو استثناء (۱۸ : ۱۵) کی عبارت اعمال (۳ : ۲۲) میں نقل کی ہے اُس میں بھی یہ الفاظ نہیں۔ استیفان (استفنس) نے جب استثناء کی اس پیشینگوئی کو بیان کیا جو کہ اعمال (۷ : ۳۷) میں درج ہے تو اس میں بھی یہ الفاظ مذکور نہیں۔ توریت کے مشہور ترجمہ سپٹواجنٹ میں بھی یہ الفاظ موجود نہیں۔ پھر " تیرے ہی درمیان سے ،، اور " تیرے ہی بھائیوں میں سے ،، دو بالکل جداگانہ اور مختلف بلکہ دو متضاد باتیں ہیں کہ ان میں سے اگر ایک صحیح ہو تو دوسری صحیح نہیں ہوسکتی اور توریتی محاورہ کے مطابق دونوں کا ہم معنی ہونا محال ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اب اصلی پیشینگوئی پر غور فرمائیے۔ خدا نے آنے والے نبی کے متعلق موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمایا کہ :-

" میں اُن کے لیے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا " (استثناء ۱۸ : ۱۸)

اُن کے لیے ،، یعنی بنی اسرائیل (بنی اسحٰق) کے لیے۔ " اُن کے بھائیوں میں سے ،، یعنی بنی اسمٰعیل میں سے۔ حضرت اسمٰعیل حضرت اسحٰق کے بھائی تھے اور توریتی محاورہ میں بنی اسمٰعیل کو بنی اسحٰق (یعنی بنی اسرائیل) کا بھائی کہا گیا ہے۔ استثناء (۲ : ۴) اور پیدائش (۱۶ : ۱۲ - ۲۵ : ۱۸) میں بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ جس آنے والے نبی کی خبر

دی گئی ہے وہ بنی اسمٰعیل میں سے ہوگا نہ کہ بنی اسرائیل سے، اگر وہ نبی بنی اسرائیل سے ہوتا تو فرمایا جاتا کہ: "میں اُن کے لیے اُن میں سے تجھ سا نبی برپا کروں گا"، حالانکہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ اگر "تیرے ہی درمیان سے"، کے الفاظ الحاقی نہ سمجھے جائیں، حالانکہ اوپر ثابت کیا جاچکا ہے کہ وہ الحاقی ہیں تو ان الفاظ کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ وہ نبی اولاد ابراہیم سے ہوگا اور تمہارا ہم عقیدہ ہوگا یعنی تمہاری طرح خالص توحید کی تعلیم دینے والا ہوگا نہ کہ تثلیث کی۔ دوسری نہایت اہم بات یہ ہے کہ "تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا"، یعنی وہ نبی موسیٰ علیہ السلام کے مانند ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مشابہت ہے یا عیسیٰ علیہ السلام کو؟

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ کبھی تو عیسائی علما، موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) "چور اور بٹمار"، اور عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن قرار دیتے ہیں (جس کا ذکر ہمارے مضمون ۲ میں آچکا ہے) اور کبھی مندرجہ بالا پیشینگوئی کو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ثابت کرنے کی کوشش میں آپ کو موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ بیان کرتے ہیں۔ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو جو مشابہت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہے وہ کسی دوسرے پیغمبر کو حاصل نہیں۔ استثنا (۳۴: ۱۰) میں ہے کہ:-

"اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اُٹھا جس سے خدا نے آمنے سامنے آشنائی کرتا"

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سورہ مزمل میں فرماتا ہے کہ:-

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ	ہم نے تمہارے پاس ایک تم پر گواہی دینے والا رسول
كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۔	بھیجا جیسا رسول کہ ہم نے فرعون پاس بھیجا تھا یعنی موسیٰ علیہ السلام

توریت کی رو سے بنی اسرائیل میں کوئی موسیٰ کے مانند پیدا نہ ہوا۔ اور قرآن کی رو سے بنی اسمٰعیل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کے مانند پیدا ہوئے۔ اگر مشابہتوں میں مقابلہ کرکے دیکھا جائے تو

یہ پیشینگوئی حضرت عیسیٰ پر کسی طرح صادق نہیں آتی۔ ان مشابہتوں کو اگر پوری تفصیل سے بیان کیا جائے تو اس کے لیے بہت سے اوراق پُر کرنے کی ضرورت ہوگی اس لیے ہم یہاں ایک مختصر فہرست کے درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ موسیٰ علیہ السلام ماں اور باپ سے پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ماں اور باپ سے پیدا ہوئے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام صرف ماں سے پیدا ہوئے۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام میں محض انسانیت وعبدیت تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انسان کامل اور اللہ کے بندے تھے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام خود عیسائی عقیدہ کی رو سے اللہ کے بیٹے تھے۔

۳۔ موسیٰ علیہ السلام نے نکاح کیا اور عیال داری کے جملہ حقوق ادا کیے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نکاح کیا اور پوری عیال داری برتی۔ عیسیٰ علیہ السلام تمام عمر ان باتوں سے آزاد رہے۔

۴۔ موسیٰ علیہ السلام انتقال کے بعد زمین میں دفن ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی جسد مطہر زمین ہی میں امانت ہے اور زمین کو ایسی امانتوں پر فخر ہے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کو اور آپ کے جسم کو زمین سے کوئی تعلق نہیں۔

۵۔ موسیٰ علیہ السلام کو چالیس برس بعد نبوت عطا ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چالیس برس کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کی تو ساری عمر بھی چالیس برس کی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ اُٹھا لیے گئے۔

۶۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر شریعت نازل ہوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی شریعت نازل ہوئی۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت موسوی ہی کی پابندی کی اور اپنے شاگردوں کو بھی اسی کا حکم فرمایا۔

۷۔ شریعت موسوی اور شریعت محمدی کی باہمی مشابہتوں کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی نظر ڈالی جائے تو ایک پوری ضخیم کتاب لکھنی پڑے گی اور شریعتوں کی مشابہت ہی اس معاملہ میں اصل چیز ہے مگر مفی

موٹی باتیں جن میں کہ مشابہت بہت ہی نمایاں ہے یہ ہیں کہ :-
(۱) دونوں شریعتوں میں توحید خالص کی تعلیم ہے حالانکہ بقول عیسائیوں کے مسیح کی تعلیم میں تثلیث تھی۔ (۲) دونوں شریعتوں میں حدود وقصاص و تعزیرات وغسل وطہارت کے احکام پائے جاتے ہیں مگر انجیل ان سے خالی ہے۔ (۳) دونوں شریعتوں میں جہاد کی تعلیم اور جہاد کے احکام ہیں بلکہ دونوں پیغمبروں نے باقاعدہ فوج لے کر جہاد کیا بھی۔ حالانکہ مسیحی تعلیم یہ ہے کہ کوئی ایک رخسار پر طمانچہ مارے تو دوسرا رخسار بھی پیش کر دیا جائے اور عیسیٰ علیہ السلام کو کبھی اس قسم کی نوبت نہیں آئی کہ باقاعدہ فوج لے کر جہاد کیا ہو۔ (۴) دونوں شریعتوں میں ختنہ کا حکم ہے حالانکہ عیسائیوں کے نزدیک ختنہ ضروری نہیں۔ (۵) دونوں شریعتوں میں کثیر الازدواجی کی اجازت ہے حالانکہ عیسائیوں کے نزدیک یہ جرم ہے۔ غرضکہ دونوں پیغمبر نہ صرف صاحب شریعت ہونے میں باہم مشابہ ہیں بلکہ ان کی شریعتیں بھی بڑی حد تک آپس میں مشابہ ہیں حالانکہ عیسائی عقیدہ کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا۔ (۸) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی تھے بقول جان ڈیون پورٹ کے موسیٰ علیہ السلام بھی اُمّی تھے حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام اُمّی نہ تھے چنانچہ لوقا (۴: ۱۶ تا ۱۷) میں وہ واقعہ درج ہے جب آپ نے سبت کے دن عبادت خانے میں جا کر یسعیاہ نبی کی کتاب کو کھڑے ہو کر پڑھا اور سب کو سنایا۔ (۹) ان دونوں باہم مشابہ پیغمبروں نے گلہ بانی کی حالانکہ مسیح نے صرف استعارہ کے طور پر اپنے کو گڈریا کہا مگر کبھی گلہ بانی نہیں کی۔ (۱۰) دونوں پیغمبروں نے اغیار میں پرورش اور نشوونما پائی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین مکہ اور کعبہ کے بت پرستوں میں اور موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی صحبت میں۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنوں میں ہی پرورش وتربیت ونشوونما پائی (۱۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشین فرمانروا ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے جانشین بھی یشوع کی کتاب اور قاضیوں کی کتاب کے مطابق فرمانروا ہوئے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو برس بعد تک کوئی عیسائی بادشاہ نہ ہوا اور یہ تین سو برس کا وقفہ آپ کو مماثلت زیر بحث سے خارج کر دیتا ہے (۱۲) موسیٰ علیہ السلام کی اولاد کاہنوں یعنی اماموں

کے زیر حکم رہی (مفتاح الکتاب صفحہ ۵۱)۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا مرتبہ بھی اس معاملہ میں اظہر من الشمس ہے۔ لیکن جناب مسیح کو اس مماثلت میں بھی کوئی دخل نہیں۔ (۱۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی۔ دنیا میں اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جس نے اپنے کو موسیٰ سے مشابہت دیکر اپنے بھائی کو اس طرح ہارون سے مشابہت دی ہو۔ (۱۴) عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بت شکنی نہیں کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے وغیرہ کو توڑا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کے بتوں کو پاش پاش کردیا۔ (۱۵) عیسیٰ علیہ السلام کے پاس نبوت کا کوئی ظاہری نشان نہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ید بیضا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت تھی۔

بعض انبیاء میں دو ایک باتوں میں مشابہت باہمی کا ہونا اور بات ہے۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں اتنے بہت سے امور میں اس شدت کے ساتھ مشابہت ومماثلت عیاں ہے کہ اسکی نظیر اور پیغمبروں میں ملتی ہی نہیں۔ لہذا توریت کی مندرجہ بالا پیشنگوئی میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بابت بشارت تھی اور یہودی اس بشارت کو آپ ہی کے متعلق سمجھتے تھے اور آپ کے منتظر تھے اور اس کا چرچا اس قدر عام تھا اور یہ بات اتنی شہرت پائے ہوئے تھی کہ یہودیوں کو یحییٰ علیہ السلام سے سوال کرتے وقت کہ آپ کون ہیں صرف یہی اشارہ کردینا کافی ہوا کہ کیا آپ "وہ نبی" ہیں۔ یحییٰ علیہ السلام نے بھی یہودیوں کے مافی الضمیر کو فی الفور سمجھ کر جواب دے دیا کہ میں وہ نبی نہیں ہوں۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَھُمْ۔

یہودیوں کے سوال پر یحییٰ علیہ السلام کا یہ جواب اور بعد کے واقعات تفسیر ہیں اس آیت قرآنی کی کہ:-

وَشَھِدَ شَاھِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ — اور گواہی دے چکا ایک گواہ بنی اسرائیل میں سے

عَلٰی مِثْلِہٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَکْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (۴۶ ؍ ۱)

ایک ایسی کتاب کی پھر وہ یقین لایا اور تم نے تکبر کیا تحقیق اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالموں کی قوم کو۔

پیشینگوئی نمبر ۲ | قرآن شریف کی سورۃ الصف کے رکوع ۱ میں آیا ہے کہ :-

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ

اور جب کہا عیسیٰ بن مریم نے کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کا فرستادہ ہوں تمہاری طرف تصدیق کرتا ہوں اپنے سے پہلے کی چیز توریت کی اور خوشخبری سناتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آویگا اُس کا نام احمد ہے "

انجیل یوحنا (۱۴: ۱۶ - ۱۵: ۲۶ - ۱۶: ۷) میں یہ بشارت درج ہے مگر عیسائیوں نے اِسْمُہٗٓ اَحْمَدُ کے ہم معنی الفاظ میں تحریفِ لفظی اور تحریف معنی دونوں سے کام لیا ہے۔ قول مسیح ان آیات اناجیل میں یہ تھا کہ :- "میں جاؤں گا تو تمہارے پاس فارقلیط آئے گا"۔ اس لفظ فارقلیط میں عیسائیوں نے بہت کچھ کتر بیونت کی ہے۔

فارقلیط عبرانی یا سریانی یا کلدانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ستودہ کے ہیں جو ٹھیک احمد یا محمد کے لغوی معنی کا ترجمہ ہے عیسیٰ علیہ السلام نے اس پیشینگوئی میں یہی لفظ استعمال فرمایا تھا یوحنا نے آپ کے کلمات کا اپنی انجیل میں یونانی زبان میں ترجمہ کیا تو لفظ فارقلیط کا ترجمہ پیریکلائیط یا پیرکلیط Periclyte یا پیراکلیوط کیا جس کے معنی بھی وہی ستودہ یا احمد کے ہیں مگر عیسائیوں نے ان الفاظ میں تحریف کر کے انھیں پراکلیط Paraclete سے بدل دیا جس کے معنی تسلی دہندہ Comforter کے ہیں۔ یہ تو تحریف لفظی تھی۔ تحریف معنوی اس میں یہ کی کہ اُس لفظ "تسلی دہندہ" کے معنی کو بھی بدل ڈالا اور اس سے کوئی شخص معہود و مخصوص مراد نہیں لیا۔ بلکہ روح حق اور روح القدس مراد لے کر

یوحنا (باب ۱۴ و ۱۵) میں "تسلی دینے والے" کے بعد بطور تفسیر کے "یعنی روح حق" کے لایعنی الفاظ کو بڑھا کر داخل متن کر دیا۔

جن اناجیل کے قدیم نسخوں میں بقول عیسائی علماء ہی کے اختلافات کتابت لاکھوں تک پہنچے ہوں، جن کے چھٹی صدی عیسوی سے قبل کے نسخے سب کے سب مفقود ہو چکے ہوں، جن کے کاتبوں اور ناقلوں اور مفسروں کا یہ گمان ہو کہ اپنے مفروضہ مذہب کی تائید میں کذب و دروغ گوئی سے مدد لینا جائز ہے ان میں ذرا سے اختلاف اعراب یا ایک شوشہ کے بڑھا دینے یا گھٹا دینے سے پیریکلیط کو پراکلیط یا پاراکلیط بنا دینا کونسی بڑی بات ہے۔ مگر برنباس کی انجیل میں اس موقعہ پر پیریکلیط ہی آیا ہے جو کہ فارقلیط کا صحیح ترجمہ ہے۔ اگرچہ عیسائی اس سند کو تسلیم نہیں کرتے اور انجیل برنباس کو اب جعلی قرار دیتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ دین مسیحی کے قدیم مصنفوں نے جو کہ عام طور پر ایماندار بھی تسلیم کیے گئے ہیں اس کتاب کو صحیح اور اصلی تسلیم کیا ہے اور اس کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا ہے اور اسے خوب رواج دیا ہے اور مشہور کیا ہے۔ متاخرین میں سے جارج سیل وغیرہ نے بھی جو کہ پکے عیسائی تھے اس امر کا صاف صاف اقرار کیا ہے کہ یہ کتاب بتمامہ جعلی نہیں۔ جب کتاب کے سچے ہونے کا انہیں اعتراف ہے تو کسی خاص متنازع فیہ لفظ کے جعلی ہونے کے متعلق اُن کا صرف بلا دلیل بیان کافی نہیں تاوقتیکہ اپنے بیان کی تائید میں وہ کوئی ثبوت نہ پیش کریں۔ حالانکہ اب تک ان سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ وہ اپنے اس قول کی تائید میں کوئی ایک ہی قدیم مستند قلمی نسخہ انجیل برنباس کا پیش کرتے اور جعل کو ثابت کرتے۔

اس سلسلہ میں ایک اور بات بھی ہے جو خاص اہمیت رکھتی ہے۔ دیگر زبانوں میں انجیل کے ترجمہ ہونے کا زمانہ عیسائی علماء نے محض اپنی اٹکل سے تیسری صدی عیسوی کا ٹھیرایا ہے مگر عربی ترجمہ کا کوئی زمانہ نہیں ٹھیرایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان میں انجیل کا ترجمہ اس سے قبل وجود میں آچکا تھا اور اٹکل اور قیاس کا دور اس کے بعد شروع ہوا ہے ورنہ اس کے لیے بھی کسی زمانہ کی تخصیص کر دی جاتی

بہرحال اگر انجیل کا سب سے پہلا عربی ترجمہ دوسری زبانوں کے ترجموں میں سب سے زیادہ قدیم نہ ہو تب بھی وہ بہت پرانا ترجمہ ضرور ہے اور فارقلیط کے متعلق امتیاز اہل عرب سب سے زیادہ معتبر ہے۔ جب قرآن میں وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ نازل ہوا اُس وقت ملک عرب علمائے یہود و نصاریٰ سے بھرا ہوا تھا اور ہزاروں یہود و نصاریٰ اسلام کی حقانیت کو دیکھ کر اسلام قبول کر چکے تھے۔ واقف کار لوگوں کے سامنے خلاف واقع امر کے اظہار پر دلیری کرنا گویا زنبوروں کے چھتے کو چھیڑ دینا ہوتا۔ اگر اُس زمانہ میں انجیل کے عربی ترجمہ میں فارقلیط کا لفظ نہ ہوتا تو تمام یہود و نصاریٰ ٹوٹ پڑتے اور شور مچا دیتے کہ یہ بات (نعوذ باللہ) غلط ہے اور انجیل میں کہیں بھی احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا نام نہیں آیا اور وہ ہزاروں یہود و نصاریٰ جو اسلام قبول کر چکے تھے اسلام سے برگشتہ ہو گئے ہوتے۔ مگر ایسا نہ ہوا اور سب یہود و نصاریٰ دم بخود ہو کر رہ گئے اور کسی ایک نے بھی قرآن کے اس بیان کو چیلنج نہ کیا اور غلط نہ بتایا۔ چنانچہ زمانہ مابعد تک بھی ۱۶۷۱ء میں کلیسائے روم کی طرف سے عیسائی علماء نے انجیل کا جو عربی ترجمہ چھاپا ہے اُس میں بھی فارقلیط ہی کا لفظ چھپا ہے۔ اس عربی انجیل میں یوحنا (۱۴: ۱۶) کی عبارت یہ ہے:-

وَاَنَا اَطْلُبُ مِنَ الْاَبِ فَيُعْطِيكُمْ فَارَقْلِيطَا اٰخَرَ لِيَثْبُتَ مَعَكُمْ اِلَى الْاَبَدِ۔

یوحنا (۱۶: ۷) کی عبارت یہ ہے:-

لٰكِنِّي اَقُولُ لَكُمْ اِنَّهُ خَيْرٌ لَّكُمْ اَنْ اَنْطَلِقَ لِاَنِّي اِنْ لَّمْ اَنْطَلِقْ لَمْ يَاْتِكُمُ الْفَارَقْلِيطُ فَاِنِ انْطَلَقْتُ اَرْسَلْتُهُ اِلَيْكُمْ۔

اور یوحنا (۱۵: ۲۶) میں بھی آیا ہے:- فَاِذَا جَاءَ فَارَقْلِيطُ الخ بائبل کے عربی ترجمہ مطبوعہ لندن ۱۸۵۸ء میں بھی عربی کی یہی عبارتیں درج ہیں۔

سلہ ترجمان القرآن - حال میں جو عربی ترجمہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے شائع کیا ہے اس میں دونوں جگہ سے فارقلیط کا لفظ نکال کر مُعَزِّي کا لفظ رکھ دیا گیا ہے جس کے معنی وہی تسلی دہندہ کے ہیں۔

اگر عیسائیوں کے اس قول کو بھی مان لیا جائے کہ فارقلیت کے بجائے صحیح لفظ پراکلیتس ہے جس کے معنی تسکین دہندہ کے ہیں تب بھی یہ تسکین دہندہ رسول عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں کہ روح القدس کیونکہ انجیل کی زبان میں روح القدس کے لیے نازل ہونا بیان کیا جاتا ہے نہ کہ آنا (دیکھو اعمال ۸: ۱۶ - ۱۰: ۴۴ - ۱۱: ۱۵) -

علاوہ بریں مسیح کی پیشینگوئی یہ ہے کہ میں جاؤں گا تب وہ آئے گا اور جب تک میں نہ جاؤں گا وہ نہ آئے گا حالانکہ روح القدس کے نزول کے لیے مسیح کے جانے کی شرط نہیں ہو سکتی کیونکہ روح القدس کا نزول مسیح کی موجودگی میں بھی ہو چکا ہے - اور مسیح سے قبل بھی تمام انبیا علیہم السلام پر وہ روح نازل ہو چکی ہے - اور مسیح کے سامنے اور مسیح کے آسمان پہ جانے کے وقت حواریوں پر بھی اس کا نزول ہوا -

متی (۳: ۱۱) میں ہے کہ :- "وہ (یعنی مسیح) تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا"

متی (۳: ۱۶) میں ہے کہ :" اور یسوع بپتسمہ پا کے وہیں پانی سے نکل کر اوپر آیا اور دیکھو کہ اُس کے لیے آسمان کھل گیا اور اُس نے خدا کی روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا "

یوحنا (۲۰: ۲۱ و ۲۲) میں ہے کہ :- "اور یسوع نے پھر انہیں (یعنی اپنے شاگردوں کو) کہا تم پر سلام جس طرح باپ نے مجھے بھیجا ہے میں بھی اسی طرح تمہیں بھیجتا ہوں - اُس نے یہ کہہ کے ان پر پھونکا اور کہا کہ تم روح قدس لو" -

لوقا (۱: ۴۱) میں ہے کہ :- "اور ایسا ہوا کہ جونہیں الیسبات نے مریم کا سلام سنا لڑکا اس کے پیٹ میں اچھل پڑا اور الیسبات روح قدس سے بھر گئی "

لوقا (۱: ۶۷) میں ہے کہ :- "اور اس کا باپ زکریاہ روح قدس سے بھر گیا" -

لوقا (۲: ۲۵) میں ہے کہ :- "اور روح قدس اُس پر (یعنی شمعون پر) تھی "

پھر بھلا اس روح القدس کی نسبت مسیح کا وہ قول کیونکر صادق آسکتا ہے کہ :" اگر میں نہ

جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آوے گا پر اگر میں جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیجدوں گا" (یوحنا ۱۶: ۷)
وہ تسلی دینے والے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں جن کا آنا مسیح علیہ السلام کے جانے پر موقوف تھا۔
اقوال مسیح میں انجیل میں آنے والے فارقلیت یا تسلی دہندہ کے متعلق بالتخصیص پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں :-

(۱) وہ دوسرا تسلی دینے والا ہوگا جو آئے گا (یوحنا ۱۴: ۱۶) یعنی مسیح سے غیر ہوگا۔ اگر عیسائی عقیدہ کی رو سے باپ بیٹا اور روح القدس ایک ہی چیز ہیں اور تسلی دینے والے سے روح القدس مراد لی جاتی ہے تو وہ تسلی دہندہ دوسرا کیونکر ہو سکتا ہے ؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ روح القدس نہیں ہے جو یہاں مقصود ہے بلکہ مسیح علیہ السلام کی طرح ایک پیغمبر ہیں جن کی بشارت دی جا رہی ہے

(۲) وہ مسیح کے جانے کے بعد آوے گا نہ کہ مسیح کی موجودگی میں (یوحنا ۱۶: ۷) اس سے بھی یقین ہو گیا کہ وہ روح القدس یا روح حق نہیں جیسا کہ اوپر بیان گزر چکا ہے۔ جو لوگ روح حق اور روح القدس کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں غلطی پر ہیں کیونکہ بعض قابل ترجمہ کرنے والوں نے روح حق کا ترجمہ راستی کی روح اور صداقت کی روح کیا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جن فارقلیت یا تسلی دہندہ کی بابت پیشینگوئی کی گئی ہے وہ صداقت اور راستی ہی کی روح لے کر آئے۔

(۳) وہ مسیح کے لیے گواہی دیں گے (یوحنا ۱۵: ۲۶) - اور مسیح کی بزرگی کریں گے (یوحنا ۱۶: ۱۴) - آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی نبی نے مسیح علیہ السلام کے پیغمبر ہونے کی شہادت نہیں دی اور کسی اور نبی نے آپ پر سے یہودیوں اور نصرانیوں کے لگائے ہوئے اتہامات کو دور کرکے آپکی بزرگی کو روشن نہیں کیا۔ یہودیوں نے جو آپ کی ولادت کے متعلق آپ کی شان اور آپ کی والدہ ماجدہ کی شان میں بیہودہ بکواس کی تھی اُس کی نہایت پر زور تردید رسول عربی ہی نے کی - عیسائیوں نے جو آپ کی تعلیم کو تثلیث سے مہتم کیا اُس کی بھی نہایت زبردست تردید رسول عربی ہی نے کی - پھر عیسائیوں نے افسانہ صلیب

تصنیف کرکے آپ کے حق میں جس ذلت کی موت کو شہرت دی اُس کی غلطی کا اظہار بھی رسول عربی ہی نے فرمایا۔ پولوس جو کہ اپنے آپ کو بہت بڑا مسیحی کہتا ہے گلیتون (۳: ۱۳) میں لکھتا ہے کہ:-

"مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے"

مگر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کو پکار پکار کر اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان سناتے ہیں کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ مختصر یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اور آپ کی بزرگی اور برگزیدگی کی تائید میں جو شہادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی وہ نہ یہودیوں کی جانب سے کبھی پیش ہوئی نہ خود عیسائیوں کی جانب سے۔ باوجود اس کے عیسائی علماء مسیح کی پیشینگوئی کا آپ کو مصداق قرار دینے میں بخل کرتے ہیں۔

(۴) وہ اپنی نہ کہیں گے لیکن جو کچھ وہ سنیں گے وہی کہیں گے (یوحنا ۱۶: ۱۳) یہ پورا پورا ترجمہ ہے اس آیہ مبارکہ کا کہ:- وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى - یہ وہی تعریف ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمائی ہے۔

(۵) وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گے (یوحنا ۱۴: ۱۶) ہمیشہ یعنی قیامت تک وہ اور اُن کا مذہب اور اُن کی ہدایت اور اللہ کا جو کلام اُن پر نازل ہوگا اور کلمات ہدایت جو اُن کی زبان سے نکلیں گے تمہارے ساتھ رہیں گے۔ یعنی پھر قیامت تک کسی دوسرے نبی کے آنے کی ضرورت نہ ہوگی اور وہ نبی آخر الزمان ہوں گے اور اُن کی شریعت کی، قرآن کی، حدیث کی، آخر تک محافظت کی جائے گی اور توریت و انجیل و اقوال انبیاء کے ساتھ لوگوں نے جو سلوک ازراہِ تحریف و الحاق کیا ہے وہ قرآن و حدیث کے ساتھ نہ ہو سکے گا اور ایک جماعت حق پر ہمیشہ قائم رہے گی۔

مختصر یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشینگوئی سوا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی اور پر صادق

آ ہی نہیں سکتی۔

بعض عیسائیوں نے اعتراض کیا ہے کہ اگر فارقلیط سے نبی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مراد ہیں تو اس پیشینگوئی کے پورا ہونے میں چھ سو برس کا وقفہ کیوں ہوا؟ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ توریت مزبور وغیرہ میں جو پیشینگوئیاں عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہیں ان کے پورا ہونے میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں برس کا وقفہ کیوں واقع ہوا؟ ۔عیسائیوں ہی کی ایک کتاب میزان الحق مطبوعہ لدھیانہ ۱۸۶۲ء کے صفحہ ۳۴۲ پر یہ عبارت درج ہے کہ:۔

"کئی سو پیشینگوئیاں (توریت) میں بیان ہوئی ہیں اور وقوع وا قعات سے سو سو اور ہزار ہزار سال پہلے خبر دی گئی اور تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں اور پھر وے سب پوری ہوکر صادق آئی ہیں"

بعض عیسائی علماء کا یہ قول ہے کہ عروج مسیح سے دس دن بعد پینٹی کاسٹ کی جو ضیافت ہوئی اس میں یہ روح القدس نازل ہوئی اور اس طرح مسیح کی پیشینگوئی عروج مسیح کے دس ہی دن بعد پوری ہوگئی ۔ اس ضیافت کا حال کتاب اعمال کے باب دوم میں درج ہے مگر اس بیان میں نہ کہیں فارقلیط کا لفظ آیا ہے نہ تسلی دینے والے کا نہ یوحنا کی پیشینگوئی کا کچھ ذکر ہے جس کا پورا ہونا اس ضیافت میں بیان کیا جاتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انجیل یوحنا واقعہ پینٹی کاسٹ کے ستر (۷۰) برس بعد لکھی گئی اگر ستر (۷۰) برس قبل پیشینگوئی پوری ہوچکی ہوتی تو وہ اپنی انجیل میں ضرور لکھ دیتا کہ فلاں پیشینگوئی فلاں دن یا فلاں موقع پر پوری ہوگئی۔ مگر اس نے تو پینٹی کاسٹ تک کا ذکر نہیں کیا۔ فارقلیط کی آمد کا ذکر تو بڑی بات ہے۔

اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ضیافت پینٹی کاسٹ کے بعد بھی عیسائی لوگ فارقلیط کی آمد کے منتظر رہے اور اب تک منتظر ہیں مگر آج کل ان کا انتظار اسی نوعیت کا ہے جس

نوعیت کا انتظار یہودیوں کو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اب تک چلا جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے فارقلیط ہونے کے جھوٹے دعوے بھی کئے چنانچہ سنہ ۱۷۶ء میں مونٹانس نے بھی فارقلیت ہونے کا دعوے کیا اور چند فاضل اور لکھے پڑھے لوگوں کی جماعت بھی اُس کی پیرو بن گئی۔ اگر اُس زمانہ میں بھی علماء اور عوام کا یہ خیال ہوتا کہ مسیح کی پیشینگوئی صرف نزولِ روح القدس سے متعلق ہے تو مونٹانس جو کہ ایک انسان تھا فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیسے کرتا اور لوگ اُس کے پیچھے کیوں ہو جاتے۔ معلوم ہوا کہ خواص و عوام ایک انسان کے منتظر تھے جو فارقلیط کے اوصاف سے مزین ہو۔ گاڈفرے ہیگنس ایک فاضل عیسائی ہیں جو اپنی کتاب اپالوجی مطبوعہ لندن ۱۸۲۹ء میں فارقلیط کے مسئلہ پر نہایت تفصیل اور فاضلانہ بحث کرتے ہیں۔ وہ علاوہ مونٹانس کے اور بھی لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے فارقلیط ہونے کا جھوٹا دعوے کیا اور جماعتیں بنالیں۔ اس سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں کہ :-

"مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مشہور بات ہے کہ بہت سے عیسائیوں کو بموجب پیشینگوئی کے ایک شخص کا انتظار تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بناوٹ رومی پادریوں اور پروٹسٹنٹوں نے قوانین مذہبی کی اُس عبارت پر کرلی وہ عام نہ تھی"

پھر آگے چلکر ایک موقع پر گاڈفرے ہگنس تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"عیسائی اپنے آپ کو اندھا کرنے کے لیے اس خیال کو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شخص موعود تھے جس قدر چاہیں مضحکہ میں ڈالیں مگر اس سے یہ حقیقت نہ بدلیگی کہ پندرہ کروڑ اشخاص محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایسا ہی خیال کرتے تھے اور اب بھی خیال کرتے ہیں۔ میں نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ جب چالیس ہزار مفسر قرآن کی تفسیر کررہے تھے تو خیال نہ کیا جا سکتا تھا کہ ہر ایک چیز جو اہل عرب کے ہنر اور دانائی سے ایجاد ہو سکی ہو نہ کی گئی ہو۔ یہ متصور نہیں ہوسکتا کہ لفظ

فارقلیط کے باب میں بحث کما حقہ نہ ہوئی ہو۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور نہ کیا جائے گا کہ دنیا کے معاملات کو ایک نہایت عجیب طور پر عیسیٰ (علیہ السلام) کے مذہب محرف کے لیے ایک مصلح کی حاجت تھی اور غالباً کرڈروں نے ان لوگوں میں سے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مانتے تھے ہماری انجیل اور قوانین کے لفظوں کو روح قدس کی بابت کبھی نہ سنا ہو گا اور اگر سنا بھی ہو گا تو ان کی تصدیق سے انکار ہو گا مگر انھوں نے اگر تسلیم بھی کیا ہو تو ایک مختصر جواب رغبت سے سننے والوں کا اطمینان کر دے گا۔ وہ یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ عہد جدید میں ہدایت ہے کہ روح الصدق آوے گی۔ یہ درست ہے کہ روح الصدق آئی مگر محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آئی جن کو روح الصدق سے الہام ہوتا تھا۔ پس یہی تمہاری پیچیدہ عبارت کے صحیح معنی ہیں اور صرف یہی درستگی کے ساتھ ہو سکتے ہیں" ۔۔

(باقی)

سینئر ۶۔۸۔۷ جونیئر ۱۰۔۱۱

فضل فونٹن پن

نیا اسٹاک آچکا ہے

خوبصورت اور پائیدار قیمت واجبی خریدنے میں عجلت کیجئے۔ سامان اسٹیشنری و کاغذ وغیرہ

خط و کتابت سے طلب فرمائیے

فدا علی محمد علی جنرل اسٹیشنری مرچنٹ

پتھر گٹی فون ۷۶۵ حیدرآباد دکن